تفسیری اختلافات کی وجوہات

ڈاکٹر محمد کاظم شاکر[1]
مترجم: سید حسنین عباس گردیزی
hasnain.gardezi@gmail.com

کلیدی کلمات: تفسیر، تفسیری اختلافات، متن قرآن، شانِ نزول، مفسر کی شخصیت۔

خلاصہ

بیشتر تفسیری اختلافات کا سرچشمہ تین چیزیں ہیں: قرآن کا متن، نزول آیات کا موقع و محل اور مفسر کی شخصیت۔ قرآن کے متن کے حوالے سے چند معانی والے الفاظ، ظاہری تضادات اور قرائتوں کے اختلاف جیسے امور تفسیر میں اختلافات کا موجب بنتے ہیں، نزول آیات کے عنوان سے اسباب النزول اور معاشی اور معاشرتی حالات اور شرائط جبکہ مفسر کے متعلق اس کے اعتقادات، اس زمانے کے حالات، مطلب کو اخذ کرنے کا طریقہ کار اور حوالہ جات اور مصادر کی وجہ سے تفسیر میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ مفسرین کے درمیان اختلاف نظر کے لحاظ سے تفاسیر کو چند حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے ایک تفسیری مناہج جو مصادر اور مراجع کی نوع اور قسم کو تسلیم کرنے کے عنوان ہیں۔ دوم، تفسیری مکاتب و مذاہب جو کہ مفسر کے مذہبی اور کلامی نظریات کے لحاظ سے ہوتے ہیں، سوم تفسیری اہداف کہ جو مفسر کے خاص رجحان اور زمانے کے حالات و واقعات کے اثرات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چہارم بیان تفسیر کا اسلوب کہ جس کا تعلق مخاطبین کے لحاظ سے موضوع کی نگارش، طریقہ کار اور انداز گفتگو سے ہوتا ہے۔ اس مقالے میں قرآن مجید کی تفسیر کے سلسلے میں مفسرین کے اختلاف کی وجوہات کو ذکر کیا گیا ہے۔

ا۔ مقدمہ

جرأت کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے جتنی تفسیر اور شرح قرآن مجید کے متن کی گئی ہے اتنی کسی اور کتاب کی نہیں گئی۔ پہلی صدی سے لے کر اب تک اس زندہ جاوید معجزے کی ہزاروں تفسیریں انسانی افکار اور ذہن کے صفحہ پر وجود میں آئی ہیں۔ یہ حیران کن کثیر تعداد تفاسیر زیادہ تر مشترکہ قواعد واصول کی بنیاد پر لکھی گئی ہے البتہ مفسرین کے اسلوب، طریقہ کار اور میلانات میں تنوع اور اختلاف کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

یہ تنوع اور اختلاف اس بات کا موجب بنا ہے کہ تفسیروں کو مختلف ناموں اور صفات سے یاد کیا جاتا ہے مثلاً تفسیر نقلی، تفسیر عقلی، تفسیر عرفانی، تفسیر سماجی و معاشرتی، تفسیر فقہی۔ ایک بنیادی سوال ہمیشہ اٹھتا رہا ہے کہ تفاسیر میں کن موارد اور چیزوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اس اختلاف کی وجوہات کیا ہیں؟ اس مقالے میں ان اختلافات کی بنیادوں کو تلاش کرنے کے ساتھ تفسیروں کی خاص اسلوب کے تحت تقسیم بندی اور ان کی انواع واقسام کو بھی بیان کیا جائے گا۔

۲۔ تفسیر میں اختلاف کے عوامل

بنیادی طور پر تفسیر میں اختلافات کا سرچشمہ تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) متن قرآن (۲) نزول آیات کا موقع و محل (شان نزول) (۳) مفسر کے نظریات اور اعتقادات۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک عامل پر گفتگو کرتے ہیں۔

1۔ اسسٹنٹ پروفیسر، قم یونیورسٹی، ایران

1-2: متن قرآن

ممکن ہے قرآن کا لفظ یا الفاظ کی ترکیب اس طرح ہو کہ اس کی مختلف تشریحات اور تفسیریں کی جا سکتی ہوں۔ یہاں پر اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

1-1-2: اشتراک لفظی

ایسا لفظ جس کے دو یا دو سے زیادہ لغوی معانی موجود ہوں اور عبارت میں ان میں سے کسی ایک معنی کے معین ہونے پر کوئی قطعی قرینہ بھی موجود نہ ہو تو یہ بات طبیعی طور پر تفسیروں کے مختلف ہونے کا سبب بنے گی۔ مثلاً "وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ" (1) یہاں پر عسعس کے دو معنی ہیں: اَقْبل واَدْبَر (یعنی جب وہ آتی ہے یا جب وہ جاتی ہے)۔ اسی کی دوسری مثال: وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاَثَةَ قُرُوَءٍ (2) اس آیت میں "قرء" دو معنوں میں آیا ہے: طہارت اور حیض۔

2-1-2: حقیقت و مجاز

کبھی ایک لفظ کا ایک معنی حقیقی ہوتا ہے اور ایک یا چند معانی مجازی ہوتے ہیں اور قرآن کے دیگر الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے کبھی ایک مفسر اس کو حقیقی معنی گردانتا ہے جبکہ دوسرا مفسر اُسے مجازی معنی پر حمل کرتا ہے جیسے: "وثيابك فطهر" (3) اس آیت میں ثیاب کا حقیقی معنی لباس ہے، لیکن مجازی طور پر ہی سے قلب، عمل اور نفس بھی مراد لئے گئے ہیں۔ (4) یا مثال کے طور پر: لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ (5) یہاں پر میزان کا معنی ترازو ہے لیکن اس کی تفسیر عدل سے بھی کی گئی ہے۔ (6)

3-1-2: حروف کے معانی

بعض حروف کے ایک سے زیادہ معانی ہیں۔ یہ بات بھی بعض مقامات پر تفسیروں میں تفاوت کا موجب بن جاتی ہے۔ جیسے: "وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ" (7)۔ مذکورہ آیت میں بعض مفسرین نے حرف باء کا معنی "تبعیض" کیا ہے جبکہ بعض دوسروں نے اس سے تاکید مراد لی ہے۔ (8) اس کی ایک اور مثال: وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنكُم مَّلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ (9) اس آیت میں حرف "مِن" کی تفسیر دو معنوں "بدلیت" اور "تبعیض" سے کی گئی ہے۔ (10)

4-1-2: اطلاق وتقیید

بعض صورتوں میں ایک لفظ بطور مطلق اور بعض جگہوں پر مقید حالت میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً: "وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِّن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا" (11) اسی طرح یہ آیت: "لاَ يُؤَاخِذُكُمُ اللّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِن يُؤَاخِذُكُم بِمَا عَقَّدتُّمُ الأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ" (12) نیز یہ آیت: "وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ إِلاَّ أَن يَصَّدَّقُواْ" (13)

غور فرمائیں کہ ظہار اور قسم کے کفارے میں لفظ "رقبة" غلام ذکر ہوا ہے جبکہ قتل خطائی کے کفارے میں "رقبة مومنه" آیا ہے اب ممکن ہے ایک مفسر پہلی دو صورتوں میں رقبہ کے اطلاق پر عمل کرے (یعنی کوئی بھی غلام آزاد کرنا بیان کرے) جبکہ دوسرا مفسر تیسری آیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اُسے "رقبہ مؤمنہ" (مومن غلام) مقید پر منطبق کرے۔ (14) الفاظ کے عام اور خاص ہونے کے حوالے سے بھی یہی مسئلہ پیش آتا ہے۔

2-1-5: ضمیر کا مرجع

بعض مقامات پر ایک سے زیادہ الفاظ یا عنوان ضمیر کے مرجع (جس طرف ضمیر پلٹتی ہے) بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے بھی تفسیروں میں اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر: "یَا أَیُّهَا الْإِنسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِیهِ" (15) "فملاقیه" کے اندر جو هاء کی ضمیر ہے اس کا مرجع کسی نے "ربّ" کو جانا ہے اور کسی نے اس کا مرجع "کدح" کو قرار دیا ہے۔ (16)

2-1-6: اعراب کی صورتیں

تفاسیر میں اختلاف کا ایک اور سبب، ایک ہی عبارت میں مختلف تراکیب کا احتمال ہے۔ مثلاً "وَمَا یَعْلَمُ تَأْوِیلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ" (17) "والراسخون" میں ترکیب کے لحاظ سے "واو" کے بارے میں دو احتمال موجود ہیں: عاطفه اور استینافیه۔

2-1-7: استثناء یا مستثنی منہ کی قسم

بعض مقامات پر استثناء کی قسم میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے کہ یہ استثناء متصل ہے یا منقطع، اسی طرح کبھی مستثنیٰ منہ کے متعلق مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور یہ اس جگہ پر ہوتا ہے جب استثناء چند ایسے جملوں کے بعد آئے جو ایک دوسرے پر عطف ہوتے ہیں اس صورت میں یہ امکان ہوتا ہے کہ استثناء فقط آخری جملے سے مختص ہو یا پھر تمام سابقہ صورتوں میں لاگو ہو۔ مثال: وَالَّذِینَ یَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِینَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ إِلَّا الَّذِینَ تَابُوا مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا (18) اس آیت میں زنا کی تہمت لگانے والے کے بارے میں تین حکم بیان ہوئے ہیں، اسّی کوڑے لگائے جانا، گواہی کا قبول نہ ہونا اور اس کا فاسق ہونا۔ اب مفسرین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا توبہ صرف اس کے فاسق ہونے کے حکم کو ختم کرے گی یا پہلے والے دو حکم بھی برطرف ہو جائیں گے۔ (19)

2-1-8: تقدیر میں اختلاف

کبھی کبھار لفظ اس طرح استعمال ہوتا ہے کہ مجبوراً کوئی اور لفظ یا جملہ تقدیر میں لینا پڑتا ہے۔ ایسی صورت میں تقدیر کی نوعیت کے لحاظ سے آراء میں اختلاف ہو جائے۔ مثلاً: أَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ (20) اس آیت میں "علی علم" کے بارے میں مفسرین نے دو قسم کی تقدیریں مد نظر رکھی ہیں: (ا) واضله الله علی علم من العبد بضلال نفسه (۲) فاضله الله علی علم من الله بضلال العبد (21)

2-1-9: لفظ کا مجمل ہونا

کبھی کبھار لفظ یا عبارت کا مجمل ہونا تفسیر میں اختلاف کا باعث بن جاتا ہے۔ مثال: كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ یَوْمَ حَصَادِهِ (22) بعض افراد کا کہنا ہے کہ آیت میں "حق" سے مراد وہی واجب زکات ہے جبکہ بعض دوسروں کا خیال ہے کہ اس سے مراد زکات کے علاوہ ہے۔ (23)

2-1-10: قرائتوں کا اختلاف

بعض جگہوں پر قرائتوں میں اختلاف کا نتیجہ معانی میں اختلاف کی صورت میں نکلتا ہے۔ جیسے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضَنِینٍ (24) لفظ "ضنین" کو "ض" اور ظاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ (25) "ضنین" کا معنی بخیل ہے جبکہ ظنین کا مطلب "متهم" ہے۔

2-2: آیت کے نزول کی موقعیت (موقع و محل)

بلاشک و تردید قرآن مجید پیغمبر اکرم ﷺ کے پورے دور رسالت میں بتدریج نازل ہوا ہے اس کی بہت ساری آیات کا اپنے زمانے کے حالات وواقعات کے ساتھ گہرا تعلق اور ربط ہے لہذا اس قسم کی آیات کا حالیہ اور مقالیہ قرائن کو جانے بغیر سمجھنا ممکن نہیں ہے ان قرائن کو ہم نے موقعیت نزول کا عنوان دیا ہے۔ آیات کے نزول کے موقع و محل (موقعیت) کو پیش نظر نہ رکھنے اور بعض آیات کے متعدد شان نزول نقل ہونے کی وجہ سے

تفسیروں میں اختلاف وجود میں آتا ہے یہ موضوع صحابہ کے دور میں بھی قابل توجہ تھا۔ منقول ہے کہ ایک دن حضرت عمر اپنے آپ سے کہہ رہے تھے اور شکوہ کر رہے تھے کہ اے کاش پیغمبر اکرم ﷺ کی امت آپس میں اختلاف نہ کریں حالانکہ ان کا رسول بھی ایک ہے اور قبلہ بھی ایک ہے۔
اس کے جواب میں ابن عباس نے ان سے کہا: قرآن ہمارے درمیان نازل ہوا ہے، ہم نے پڑھا اور یاد کرلیا اور ہم نے جانا کہ کس موقع پر نازل ہوا ہے لیکن ہمارے بعد لوگ آئیں گے جو اس بات کو نہیں جانتے ہوں گے اسی طرح وہ موجودہ حالات کے تقاضوں کو بھی نہیں سمجھتے ہوں گے اور وہ قرآن کو سمجھنے میں اپنی رائے کو داخل کریں گے۔ اس وجہ سے ان میں اختلافات پیدا ہوں گے اور عین ممکن ہے۔ یہی اختلاف قتل وغارت کا پیش خیمہ بن جائے۔ ابن عباس چلے گئے حضرت عمر نے کچھ دیر سوچا تو انہیں ابن عباس کی بات درست لگی۔ انہیں بلایا اور کہا جو کچھ آپ نے کہا اسے دوبارہ بیان کرو۔ ابن عباس نے اپنی بات دہرائی حضرت عمر نے ان کی بات کو سنا اور سمجھا اور حیران ہوئے۔ (26)
بعد کے ادوار میں مفسرین نے بھی اور بالخصوص اسباب نزول لکھنے والوں نے سب کو اس موضوع کے بارے میں ہمیشہ خبردار کیا ہے۔ واحدی نیشاپوری، جن کی اسباب نزول قرآن کے بارے میں مشہور ترین کتاب ہے۔ اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھتے ہیں: قرآن کی آیات کی درست تفسیر اور اس کے صحیح معنی کی پہچان اس کے شان نزول اور سبب نزول کے متعلق مکمل علم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ فیروزآبادی، "بصائرذوبالتبییز" میں رقم طراز ہیں: التفسیرھوالبحث عن سبب نزول الآیۃ۔۔۔۔ اور اسی طرح دیگر علماء نے تفسیر کی تعریف میں اسباب نزول کو خاص مقام دیا ہے۔
اس بنیاد پر اسباب نزول اور اس زمانے کی معاشرتی اور ثقافتی صورتحال کے پیش نظر بعض آیات کے ظاہری خطاب کی مختلف تفسیریں سامنے آئیں، مثال کے طور پر وہ آیات جو جنگی پس منظر میں نازل ہوئی ہیں ان کے موقع و محل کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تفسیر ان کے ظاہری اطلاق سے سمجھ آنے والی تفسیر سے ممکن ہے مختلف ہو۔ علاوہ ازیں، ایک آیت کے متعلق متعدد شان نزول نقل ہونے کی وجہ سے بھی تفسیر میں اختلاف سامنے آتا ہے۔ مثال کے طور پر آیت "عبس وتولی" کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ قریش کے چند سرداروں کے ساتھ محو کلام تھے کہ عبداللہ ابن ام مکتوم آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے اس کی مجھے تعلیم دیں اور یوں رسول خدا ﷺ کی قریش کے سرداروں کے ساتھ گفتگو کو قطع کردیا۔ پیغمبر اکرم ﷺ اس صورتحال سے ناراض ہوئے ناک بھوں چڑھائی (نعوذ باللہ) اور اس سے منہ پھیر لیا اور قریش کے سرداروں سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا۔
ایک اور روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "عبس وتولی" ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے عبداللہ بن ام مکتوم کے داخل ہونے پر مذکورہ رویہ اپنایا۔

3-2: مفسر کے نظریات اور اعتقادات

تفسیری اسلوب اور رجحانات مفسرین کے افکار، نظریات اور عقائد کی بنیاد پر وجود میں آئے ہیں۔ مفسر قرآن اپنے عقائد و نظریات، مفروضات اور اپنے ذوق و سلیقے کے پیش نظر تفسیری شکل دینے والے عوامل کا انتخاب کرتا ہے۔ تفسیر میں اہمیت اور موثر ہونے کے اعتبار سے مفسر کے انتخاب کے اہم ترین عنوانات چار ہیں: ۱۔ مصادر ۲۔ عقائد و نظریات ۳۔ عصری رجحانات ۴۔ موضوع کو بیان کرنے کا اسلوب اور طریقہ۔ یہاں پر ان میں سے ہر ایک پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔

1-3-2: مفسرین کی نگاہ میں مصادر/مراجع کا اختلاف

تفسیر کے لئے معتبر مصادر متفاوت اور مختلف ہیں، کسی کا نظریہ یہ ہے کہ تفسیر قرآن کے لئے معتبر مصدر اور منبع صرف پیغمبر اکرم ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام کی روایات ہیں، دوسرے کی رائے یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر میں صرف قرآن اور روایات پر بھروسہ کرنا چاہیے، تیسرے کے نزدیک قرآن اور روایات کے ساتھ ساتھ عقل کا بھی تفسیر قرآن میں اہم کردار ہے۔ جبکہ کسی اور کے نزدیک قرآن سارا رمز اور اسرار پر مشتمل ہے جس کی چابی صرف اور صرف کشف و شہود ہے۔

تفسیری مصادر کا اختلاف صرف اصلی مصادر کے اختلاف میں منحصر نہیں ہے بلکہ ممکن ہے مفسرین کا اصلی مصادر کے بارے میں اتفاق ہو لیکن فروعی مصادر یا اصلی مصادر سے اخذ شدہ قواعد یا ان قواعد کے اجراء میں وہ ایک دوسرے سے اختلاف نظر رکھتے ہوں مثال کے طور پر مفسرین کی ایک تعداد نقل (روایات) کو تفسیر کے مصادر میں شمار کرتی ہے ان میں سے بعض خبر واحد کو بھی حجت اور معتبر جانتے ہیں جبکہ بعض دوسرے اس کی حجیت کو فقط فقہی احکام میں منحصر سمجھتے ہیں۔ یا ان میں سے کچھ بعض روایات کو اسرائیلی جانتے ہوئے ان سے استدلال کو جائز نہیں سمجھتے جبکہ دوسرے اس قسم کی کوئی رائے نہیں رکھتے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ وہ مفسرین جنہوں نے اجمالی طور پر عقل کو تفسیر قرآن میں ایک منبع اور مصدر کے طور پر قبول کیا ہے ان میں بھی بعض عقلی قواعد میں اختلاف نظر پائے جانے کا امکان ہے۔ ایک "قاعدہ قبح تکلیف بمالایطاق" کو تسلیم کرتا ہے جبکہ دوسرا مفسر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قسم کی ذمہ داری (تکلیف) کو جائز خیال کرتا ہے۔ بہر حال، تفسیری مصادر میں اختلاف کم و بیش تمام آیات اور سورتوں کی تفسیر پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ہم اس قسم کے اختلافات کو تفسیری اسلوب کے مناہج کا نام دیتے ہیں اور تفاسیر کی نقلی، قرآن بالقرآن، مشہودی (فیضی اشراقی)، ظاہری، باطنی، عقلی اور اجتہادی میں تقسیم بندی کو ہم مذکورہ اسلوب اور منہاج کے دائرے میں ہی قابل بحث و تمحیص جانتے ہیں۔

2-3-2: مفسر کے مذہبی نظریات

تفسیر میں اختلاف کے بنیادی عوامل میں سے ایک اور عامل مفسر کے مذہبی رجحانات اور نظریات ہیں۔ مفسرین کے مذہبی اور کلامی اختلافات قرآن مجید کی آیات کی تشریح اور اس کے مطالب کی تفسیر و تبیین میں واضح فرق پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کلامی فرقے جیسے شیعہ، معتزلہ، اشاعرہ، ماتریدیہ، نے اللہ تعالیٰ کی صفات، اسماء اور افعال سے مربوط آیات، نیز انبیاء کی عصمت کے متعلق آیات کی مختلف تفسیریں بیان کیں ہیں۔ اس نکتہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ اسلامی فرقے اپنے تمام تر کلامی اور فقہی اختلافات کے باوجود قرآن مجید کی اکثر آیات کی تفسیر میں متفق اور متحد ہیں سوائے بعض گروہوں کے جیسے باطنیہ (اسماعلیہ) اور بعض صوفیہ گروہ جو قرآن کو مکمل رمز اور اسرار پر مشتمل خیال کرتے ہیں۔ طبیعی امر ہے کہ یہ گروہ تفسیر کے مصادر میں اصولی اختلاف کی وجہ سے دیگر اسلامی فرقوں کے ساتھ مشترکہ نکات بہت کم رکھتے ہیں۔ بہر صورت رجحانات اور مذہبی نظریات میں تنوع اور اختلاف تفسیری مکاتب اور مذاہب کی پیدائش کا سبب بنتا ہے اور مختلف قسم کے عنوانات مثلاً شیعہ تفسیر، معتزلی تفسیر، باطنی تفسیر (اسماعلیہ) کلامی تفسیر صوفی تفسیر وغیرہ مفسرین کے مذہبی نظریات کی حکایت کرتے ہیں۔

3-3-2: مفسر کے دور کے حالات و رجحانات

اس سے مراد وہ موقف اور میلانات ہیں جو اس دور کے مسائل و حالات سے نپٹنے کے لئے مفسر کے ذہن اور سوچ نے اختیار کیے۔ مثال کے طور پر ایک مفسر کا اہم ترین ہم و غم افراد کی فکری اور معنوی تربیت ہے۔ جبکہ ایک اور مفسر اس ہم و غم سے بالکل بے خبر اس کی تمام تر سرگرمیوں اور سوچوں کا محور و مرکز ظالم حکومت سے مقابلہ اور ایک اسلامی حکومت کی تشکیل ہے۔ یقینی طور پر ان دو مفسرین کی تفسیریں بہت زیادہ مشترکہ نکات کے باجود اپنے رجحان اور موقف کی حامل ہوں گی یہاں تک کہ وہ دونوں مفسر مصادر کے چناؤ اور مذہبی و کلامی نظریات میں آپس میں یکساں اور متفق ہی کیوں نہ ہوں۔

اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ مفسر کے نفسیاتی حالات، مختلف علوم میں اس کی مہارت، دین اور انسان کے بارے میں اس کے فکری رجحانات، معاشرتی حالات و مسائل اور زمانے کی تبدیلیاں، وہ اہم امور ہیں جو ایک زمانے میں مختلف اقسام کی تفسیروں کے وجود میں آنے میں موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایسے دور میں جب علمی اور سائنسی انقلاب نے افکار اور اذہان کو سحر زدہ اور مسخر کر لیا تھا اس زمانے میں طنطاوی

جیسے مفسرین نے سائنسی رجحان اور سائنسی پس منظر کے ساتھ تفسیریں لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن اور وحی، سائنس اور علم جدید کے ساتھ ہم آہنگ اور اس کے مطابق ہے۔

قرآن مجید پر ہونے والے جدید اشکالات اور اعتراضات ان اسباب میں سے ہیں جو تفسیر میں اختلاف کا باعث بنے ہیں۔ بلاشک وشبہ نزول کے وقت قرآن مجید ان تمام مسائل اور امور کو بیان کرنے کے مقام پر نہ تھا جو آج کے دور میں پیش آرہے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی ہمیشہ یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ اپنے زمانے کے مسائل اور موضوعات کی درستی یا نادرستی کو قرآن مجید کے ذریعے معلوم کیا جائے۔ اس بات کے پیش نظر کہ بہت سارے جدید مسائل اور عنوانات مختلف پہلو اور جہات رکھتے ہیں، ہر مفسر نے ان مسائل اور موضوعات کے کسی ایک پہلو اور جہت کو اہم سمجھ کر قرآن حکیم کے ظواہر، اطلاقات اور عمومات سے تمسک کیا ہے لہٰذا ہر ایک نے اس مسئلہ کا الگ الگ حل اور نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اس بناء پر بہت سارے اوصاف جو کسی تفسیر کے ذکر کیے جاتے ہیں، وہ مفسرین کے خاص رجحانات اور میلانات کی عکاسی کرتے ہیں۔ مثلاً عصری(جدید)، تاریخی، اخلاقی، تربیتی، ہدایتی، ارشادی، روحانی، سائنسی، معاشرتی اور تقریبی (مذاہب کے درمیان تقریب کے حوالے سے لکھی گئی) تفسیر جیسی صفات اسی قبیل سے ہیں۔

2-3-4: اسلوب نگارش

جہاں مفسرین قرآن کی روشیں، رجحانات اور طریقہ کار مختلف ہیں وہاں مطالب ومعانی کو منظّم کرنے اور بیان کرنے کے انداز اور اسلوب نگارش بھی مختلف ہیں۔ ان میں اکثر کا تعلق ان کے ذاتی ذوق وسلیقہ اور مخاطبین کی سطح اور حالات کو سمجھنے کے ساتھ ہے۔ ایک مفسر اپنی تفسیر کو مخلوط (یعنی آیات کی تشریح، ترکیب اور ادبی اور فصاحت وبلاغت کے نکات کے ساتھ) روش اور طریقہ پر لکھنے کو ترجیح دیتا ہے۔ جبکہ دوسرا مفسر لغت میں اپنی دلچسپی اور مہارت کی بناء پر قرآن کے الفاظ کی لغوی ابحاث کو وسیع پیمانے پر بیان کرتا ہے؛ تیسرا مفسر فقہ واصول میں مہارت اور تجربے کی بنیاد پر اپنی تفسیر کو فقہی کتب کی طرز پر ضبط تحریر میں لاتا ہے۔ ایک اور مفسر کی ترجیح یہ ہوتی ہے کہ وہ تفسیر کو موضوع کے اعتبار سے بیان کرے، کوئی اور تفسیر کو قرآن میں موجود آیات کی ترتیب کے لحاظ سے مفہوم آیات کو ذکر کرنے کو اہمیت دیتا ہے۔

البتہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ مفاہیم اور مطالب کو بیان کرنے اور منظّم کرنے کے طریقہ کار میں اختلاف کا تفسیر کے اسلوب، مذاہب، مناہج اور مکاتب سے کوئی ربط نہیں ہے۔ ہم اس قسم کے تفسیری اختلافات کو بیان اور اسلوب نگارش کے اختلافات میں شمار کرتے ہیں۔ تفسیر میں بیان کی روش کو بھی دو کلی اور جزئی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جیسے مخلوط (مزجی) بیان مختصر بیان، تفصیلی بیان، تفسیر ترتیبی (ترتیب نزول یا موجودہ ترتیب) اور تفسیر موضوعی۔ یہ وہ کلی روش اور اسلوب ہیں جنہیں ہر ایک مفسر اپنی تفسیر میں اختیار کرتا ہے باقی جزوی امور ہیں جو مفسرین کے ذاتی ذوق وسلیقہ سے مربوط ہیں جو ان کی تفسیر میں ظاہر ہوتے ہیں۔

۳۔ خاتمہ

آخر میں چند نکات کو ذکر کرنا لازمی ہے:

1) تفسیر کے باب میں مختلف، مناہج، مذاہب، رجحانات اور بیانی اسلوب کی موجودگی اس سوچ اور فکر کا موجب نہ بنے کہ مفسرین کا کسی نکتے پر اتفاق نظر نہیں ہے۔ ان تمام اختلافات اور تنوع کے باوجود اکثر مفسرین نے بنیادی اصول وقواعد کی پابندی کی ہے۔

2) تفسیری اسلوب، روشیں اور رجحانات ہمیشہ ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتے بلکہ بہت سارے مقامات پر ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔ بہت سارے مفاہیم اور مطلب قرآن مجید کے بطون میں پنہاں ہیں جو مختلف طرز نگارش، اسلوب اور طریقوں کے ساتھ

تفسیروں کے ذریعے سے عیاں اور معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف طریقے اور سلیقے مطالب کی توضیح اور تشریح نیز ان کی صحت کے درجے کو جانچنے کے لئے بھی مفید ثابت ہوتے ہیں۔

3) کبھی کبھی ایک عنوان بطور مشترک استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کبھی کبھار تفسیر عرفانی سے وہ تفسیر مراد لی جاتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی مراد کو سمجھنے کے لئے کشف و شہود کو ایک منبع اور منہج کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اس صورت میں یہ تفسیری مناہج میں شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن کبھی یہ عنوان ایک ایسی" تفسیر پر اطلاق ہوتا ہے جس میں مفسر کا رجحان معنوی، اخلاقی، روحانی اور تربیتی ہوتا ہے اس صورت میں اس عنوان کو تفسیری رجحانات میں شامل کیا جائے گا۔

۴۔خلاصہ اور نتیجہ

گذشتہ بحث سے تفسیر میں اختلاف کے اہم عوامل اور اسباب واضح ہوگئے ہیں۔ کلی طور پر اختلافات یا متن کے اعتبار سے ہیں، یا آیات کے نزول کے موقع و محل اور حالیہ اور مقالیہ قرائن سے متعلق ہیں یا پھر مفسر کی روش، سبک بیان، اسلوب، زمانے کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات اور اس کے رجحانات کے لحاظ سے ہیں۔ مفسرین کے درمیان اختلاف نظر کے لحاظ سے تفاسیر کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1) تفسیری مناہج جو مصادر اور مراجع کی نوع اور قسم کو تسلیم کرنے کے عنوان ہیں۔
2) **تفسیری مکاتب ومذاہب:۔** جو کہ مفسر کے مذہبی اور کلامی نظریات کے لحاظ سے ہیں۔
3) **تفسیری اہداف:۔** جو کہ مفسر کے خاص رجحان اور زمانے کے حالات و واقعات کے اس پر اثرات کے اعتبار سے ہیں۔
4) **بیان تفسیر کے اسلوب:۔** اس کا تعلق مخاطبین کے لحاظ سے موضوع کی نگارش، طریقہ کار اور انداز گفتگو ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ تکویر: ۱۷
2۔ بقرہ: ۲۲۸
3۔ مدثر: 4
4۔ طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج۹-۱۰، ص۵۸۰، مذکورہ آیت کی تفسیر میں۔
5۔ حدید: 25
6۔ قرطبیّ، الجامع الاحکام القرآن، ج۱۷، ص۲۶۰، مذکورہ آیت کی تفسیر میں۔
7۔ مائدہ: ٦
8۔ قرطبیّ، الجامع الاحکام القرآن، ج٦، ص۸۷۔۸۸، مذکورہ آیت کی ت تفسیر میں
9۔ زخرف: ٦٠
10۔ ماوردی، النکت والعیون، ج۵، ص۲۳۴-۲۳۵، طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج۹-۱۰، ص۸۱
11۔ مجادلہ: ۳
12۔ مائدہ: ۸۹
13۔ نساء: ۹۲

14۔قرطبہ۔الجامع لاحکام القرآن، ج٦، ص٢٨٠-٢٨١، سورہ مائدہ کی آیت ٨٩ کی تفسیر میں، نیزج ١٧، ص ٢٨٢، سورہ مجادلہ کی آیت ٣ کی تفسیر میں

15۔انشقاق: ٦

16۔عبدالرحمٰن بن علی الجوزمی، زادالمسیر فی علم التفسیر، ج٨، ص٧ ٢٢، طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج٩-١٠، ص٦٩٩

17۔العمران: ٧

18۔نور: ٤-٥

19۔قرطبؒی، الجامع الاحکام القرآن، ج١٢، ص١٨٠؛ طبرسی البیان، ج٧-٨، ص١٩٩

20۔جاثیہ: ٢٣

21۔ماوردی، النکت والعیون، ج٥، ص٣٦٤

22۔انعام: ١٤١

23۔طبرسی، مجمع البیان، ج٣-٤، ص٥٧٨؛ قرطبؒی، الجامع الاحکام القرآن، ج٧، ص٩٩-١٠٠،

24۔ تکویر: ٢٤

25۔ابن جریر طبرسی، جامع البیان عن تاویل القرآن، ج١٥، ص١٠٢

26۔ محمود رامیار، تاریخ القرآن، ص٦٢٧۔